

دوں تو یہ میرے لئے رضائے الہی کا باعث ہے اور وہ تمہارے لئے بھی نیکی ہوگی۔ ”کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہیں بخش دے۔“

خدا کی قسم! یہ موت کا ناگہانی حادثہ ایسا نہیں ہے کہ میں اسے ناپسند جانتا ہوں اور نہ یہ ایسا سانحہ ہے کہ میں اسے برا جانتا ہوں۔ میری مثال بس اس شخص کی سی ہے جو رات بھر پانی کی تلاش میں چلے اور صبح ہوتے ہی چشمہ پر پہنچ جائے اور اس ڈھونڈنے والے کی مانند ہوں جو مقصد کو پالے، ”اور جو اللہ کے یہاں ہے وہی نیکو کاروں کیلئے بہتر ہے۔“

سید رضیؒ کہتے ہیں کہ اس کلام کا کچھ حصہ خطبات میں گزر چکا ہے، مگر یہاں کچھ اضافہ تھا جس کی وجہ سے دوبارہ درج کرنا ضروری ہوا۔

--☆☆--

وصیت (۲۴)

حضرتؒ کی وصیت اس امر کے متعلق کہ آپؐ کے اموال میں کیا عمل درآمد ہوگا۔ اسے صفین سے پلٹنے کے بعد تحریر فرمایا:

یہ وہ ہے جو خدا کے بندے امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؑ نے اپنے اموال (اوقاف) کے بارے میں حکم دیا ہے، محض اللہ کی رضا جوئی کیلئے تاکہ وہ اس کی وجہ سے مجھے جنت میں داخل کرے اور اسے آسائش عطا فرمائے۔

[اس وصیت کا ایک حصہ یہ ہے]

حسن ابن علیؑ اس کے متولی ہوں گے جو اس مال سے مناسب طریقہ پر روزی لیں گے اور امور خیر میں صرف کریں گے۔ اگر حسنؑ کو کچھ ہو جائے اور حسینؑ زندہ ہوں تو وہ ان کے بعد اس کو سنبھال لیں گے اور انہی کی راہ پر چلائیں گے۔

علیؑ کے اوقاف میں جتنا حصہ فرزند ان علیؑ کا ہے اتنا ہی

فَالْعَفْوِيُّ قُرْبَةٌ، وَهُوَ لَكُمْ حَسَنَةٌ، فَاعْفُوا،
﴿أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ﴾.

وَ اللَّهُ مَا فَجَنَنْتِي مِنَ الْمَوْتِ وَإِرْدُ
كَرْهُنَّ، وَ لَا طَالِعٌ أَنْكَرْتُهُ،
وَ مَا كُنْتُ إِلَّا كَقَارِبٍ وَرَدٍ، وَ
طَالِبٍ وَجَدٍ، ﴿وَ مَا عِنْدَ اللَّهِ
خَيْرٌ لِلَّابْرَارِ﴾.

أَقُولُ: وَقَدْ مَضَى بَعْضُ هَذَا الْكَلَامِ فِيمَا
تَقَدَّمَ مِنَ الْخُطْبِ، إِلَّا أَنَّ فِيهِ هَهُنَا زِيَادَةً
أَوْجَبَتْ تَكَرُّرَهُ.

-----☆☆-----

(۲۴) وَمِنْ وَصِيَّتِهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

بِمَا يَعْمَلُ فِي أَمْوَالِهِ كَتَبَهَا بَعْدَ مُنْصَرَفِهِ
مِنْ صَفِّينَ:

هَذَا مَا أَمَرَ بِهِ عَبْدُ اللَّهِ عَلِيُّ بْنُ
أَبِي طَالِبٍ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي مَالِهِ، ابْتِغَاءً
وَجْهِ اللَّهِ، لِيُبُولِجَهُ بِهِ الْجَنَّةَ،
وَيُعْطِيَهُ بِهِ الْأَمَنَةَ.

[مِنْهَا]

وَإِنَّهُ يَقُولُ بِذَلِكَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، يَأْكُلُ
مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ، وَ يُنْفِقُ مِنْهُ بِالْمَعْرُوفِ،
فَإِنْ حَدَّثَ بِحَسَنِ حَدَثٍ وَ حُسَيْنِ حَجٍّ، قَامَ
بِالْأَمْرِ بَعْدَهُ وَ أَصْدَرَهُ مَصْدَرَهُ.

وَ إِنَّ لِابْنِي فَاطِمَةَ مِنْ صَدَقَةِ عَلِيِّ مِثْلَ

اولادِ فاطمہؑ کا ہے۔ بیشک میں نے صرف اللہ کی رضا مندی، رسول ﷺ کے تقرب، ان کی عزت و حرمت کے اعزاز اور ان کی قربت کے احترام کے پیش نظر اس کی تولیت فاطمہؑ سے لیا ہے۔ فرزندوں سے مخصوص کی ہے۔

اور جو اس جائیداد کا متولی ہو اس پر یہ پابندی عائد ہوگی کہ وہ مال کو اس کی اصلی حالت پر رہنے دے اور اس کے پھلوں کو ان مصارف میں جن کے متعلق ہدایت کی گئی ہے تصرف میں لائے۔

اور یہ کہ وہ ان دیہاتوں کے نخلستانوں کی نئی پود کو فروخت نہ کرے، یہاں تک کہ ان دیہاتوں کی زمین کا ان نئے درختوں کے جم جانے سے عالم ہی دوسرا ہو جائے۔^ط

اور وہ کنیزیں جو میرے تصرف میں ہیں ان میں سے جس کی گود میں بچہ یا پیٹ میں ہے تو وہ بچے کے حق میں روک لی جائے گی اور اس کے حصہ میں شمار ہوگی۔ پھر اگر بچہ مر بھی جائے اور وہ زندہ ہو تو بھی وہ آزاد ہوگی۔ اس سے غلامی چھٹ گئی ہے اور آزادی اسے حاصل ہو چکی ہے۔

سید زنیٰ فرماتے ہیں کہ: اس وصیت میں حضرت کا ارشاد: «أَنْ لَا يَبْيَعَنَّ مِنْ نَخْلِهَا وَدِيَّئِهَا» کے معنی کجور کے چھوٹے درخت کے ہیں اور اس کی جمع ”ودیئ“ آتی ہے۔ اور آپ کا یہ ارشاد: «حَتَّى تُشْكِلَ أَرْضَهَا غَرَسًا» (زمین درختوں کے جم جانے سے مشتبہ ہو جائے)، اس سے مراد یہ ہے کہ جب زمین میں کجوروں کے پیر کثرت سے آگ آتے ہیں تو دیکھنے والے نے جس صورت میں اسے پہلے دیکھا تھا، اب دوسری صورت میں دیکھنے کی وجہ سے اسے اشتباہ ہو جائے گا اور اسے دوسری زمین خیال کرے گا۔

الَّذِي لِيَنِي عَلِيٍّ، وَإِنِّي إِنَّمَا جَعَلْتُ الْقِيَامَ بِذَلِكَ إِلَى ابْنِي فَاطِمَةَ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ، وَ قُرْبَةً إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ، وَ تَكْرِيمًا لِحُرْمَتِهِ، وَ تَشْرِيفًا لَوْصَلَتِهِ.

وَ يَشْتَرِطُ عَلَى الَّذِي يَجْعَلُهُ إِلَيْهِ أَنْ يَتْرَكَ الْمَالَ عَلَى أَصُولِهِ، وَ يُنْفِقَ مِنْ ثَمَرِهِ حَيْثُ أَمْرٍ بِهِ وَ هُدًى لَهُ،

وَ أَنْ لَا يَبْيَعَنَّ مِنْ أَوْلَادِ نَخْلِ هَذِهِ الْقَرْيَةِ وَ دِيَّئِهَا حَتَّى تُشْكِلَ أَرْضَهَا غَرَسًا.

وَ مَنْ كَانَ مِنْ إِمَائِي - اللَّائِي أَطُوفُ عَلَيْهِنَّ - لَهَا وَ لَدَّ، أَوْ هِيَ حَامِلٌ، فَتَبَسَّكَ عَلَى وَ لَدَهَا وَ هِيَ مِنْ حَظِّهِ، فَإِنْ مَاتَ وَ لَدَهَا وَ هِيَ حَيَّةٌ فَهِيَ عَتَبِيَّةٌ، قَدْ أُفْرِجَ عَنْهَا الرِّقُّ، وَ حَرَّرَهَا الْعِتْقُ.

قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي هَذِهِ الْوَصِيَّةِ: «أَنْ لَا يَبْيَعَنَّ مِنْ نَخْلِهَا وَ دِيَّئِهَا»، الْوَدِيَّئَةُ: الْفَسِيلَةُ، وَ جَمْعُهَا وَ دِيَّئٌ. وَ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ: «حَتَّى تُشْكِلَ أَرْضَهَا غَرَسًا» هُوَ مِنْ أَفْصَحِ الْكَلَامِ، وَ الْمُرَادُ بِهِ: أَنْ يَبْزُلَ الْأَرْضَ يَكْثُرُ فِيهَا غَرَسٌ النَّخْلُ حَتَّى يَرَاهَا النَّاطِرُ عَلَى غَيْرِ تِلْكَ الصِّفَةِ الَّتِي عَرَفَهَا بِهَا فَيَسْكُلُ عَلَيْهِ أَمْرَهَا وَ يَحْسِبُهَا غَيْرَهَا.

ط امیر المؤمنین علیؑ کی زندگی ایک مزدور اور کاشتکار کی زندگی تھی۔ چنانچہ آپؑ دوسروں کے کھیتوں میں کام کرتے اور بجر اور افتادہ زمینوں میں آب رسانی کے وسائل مہیا کر کے انہیں آباد کرتے اور کاشت کے قابل بنا کر ان میں باغات لگاتے اور چونکہ یہ زمینیں آپؑ کی آباد کردہ ہوتی تھیں اس لئے آپؑ کی ملکیت میں داخل تھیں؛ مگر آپؑ نے کبھی مال پر نظر نہ کی اور ان زمینوں کو وقف قرار دے کر اپنے حقوق ملکیت کو اٹھالیا۔ البتہ قرابت پیغمبر ﷺ کا لحاظ کرتے ہوئے ان اوقاف کی تولیت یکے بعد دیگرے امام حسن اور امام حسین علیہما السلام کے سپرد کی، لیکن ان کے حقوق میں کوئی امتیاز گوارا نہیں کیا، بلکہ دوسری اولاد کی طرح انہیں بھی صرف اتنا حق دیا کہ وہ گزارے بھر کالے سکتے ہیں اور بقیہ عامہ مسلمان کے مفاد اور امور خیر میں صرف کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ ابن ابی الحدید تحریر کرتے ہیں:

قَدْ عَلِمَ كُلُّ أَحَدٍ آتٍ عَلَيْنَا ﷺ اسْتُخْرِجَ عِيُونًا بِكَيْدٍ يَدِهِ بِالْمَدِينَةِ وَ يَنْبُغَ وَ سُويَعَةَ وَ
أَحْيَا بِهَا مَوَاتًا كَثِيرًا، ثُمَّ أَخْرَجَهَا عَنْ مِلْكِهِ وَ تَصَدَّقَ بِهَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ وَ لَمْ يَمُتْ وَ شِعْءٌ
مِنْهَا فِي مِلْكِهِ.

سب کو معلوم ہے کہ امیر المؤمنین علیؑ نے مدینہ اور یثرب اور سویعہ میں بہت سے چشمے زمین کھود کر نکالے اور بہت سی افتادہ زمینوں کو آباد کیا اور پھر ان سے اپنا قبضہ اٹھالیا اور مسلمانوں کیلئے وقف کر دیا اور وہ اس حالت میں دنیا سے اٹھے کہ کوئی چیز آپؑ کی ملکیت میں نہ تھی۔ (شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۴۲۳)

☆☆☆☆☆